میرٹ کا میرٹ مقرر کیا جائے

تحریر: سہیل احمد لون

قیام پاکستان کے وقت ہمارے حصے میں نہری نظام، پرائمری سکولوں کے علاوہ ریلوے کا وسیع و جدید نظام بھی حصے میں آیا۔ تین دہائیوں میں پاکستان ریلوے کے علاوہ دیگر کئی ادارے بہت مضبوط ہوئے۔ پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنیز اور عسکری اداروں نے بھی دنیا میں اپنا لوہا منوایا۔ ریلوے جو کسی وقت پاکستان کا سب سے بڑا ادارہ اور منافع بخش تھا۔ یہ وہ دور تھا جب پاکستان بنانے کی جدوجہد کرنے والے اور اس کے لیے قربانیاں دینے والے زندہ تھے اور حکمران طبقہ مالی کرپشن کی لت سے محفوظ تھا۔ اداروں کے سربراہان میرٹ کی بنیاد پر تعینات کیے جاتے تھے۔ ضیاعی دور میں جہاں ہمیں کلاشنکوف کلچر، دہشت گردی، ہیروئن جیسے تحفے ملے وہاں سیاسی ماحول کو مالی کرپشن سے آلودہ کرنے کا آغاز بھی ہوا۔ اداروں کے سربراہان میرٹ سے زیادہ ذاتی مفادات اور وفاداری کی بنیادوں پر لگانے کی رسم ڈالی گئی۔ جس کے بعد قومی ایئر لائن، ریلوے، سٹیل ملز، او جی ڈی سی، سمیت دیگر کئی ادارے بتدریج زوال پزیر ہونا شروع ہو گئے۔ اب حالات یہاں تک آں پہنچے ہیں کہ عدلیہ کا نظام بھی اس کی زد میں آ چکا ہے۔ اگر گزشتہ تیس برس کی تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو عدلیہ کا کردار بھی منصفانہ اور غیر جانبدارانہ نظر نہیں آتا۔ اب تو لوگ یہ تک کہنا شروع ہو گئے ہیں کہ وکیل کرنے کی بجائے سیدھا جج ہی کر لو تو کام آسان ہو جاتا ہے۔ اس وقت پاکستان کا صرف ایک ہی ادارہ مسلح افواج کا بچا ہے جس پر عوام کا اعتماد ابھی بحال ہے اور جو بین الاقوامی معیار کے مطابق اپنے آپ کو اپ ڈیٹ بھی کرتا ہے۔ شاید یہ اس وقت واحد ادارہ ہے جہاں پر جسمانی اور ذہنی طور پر صحت مند بندہ ہی نوکری پر رکھا جاتا ہے۔ چیف آف آرمی سٹاف کی تقرری ہمارے سیاستدانوں نے اتنی سیاسی کر دی ہے کہ جرنیلوں کو بھی سیاست میں مزہ آنے لگا۔ کم از کم حساس اداروں میں ایک عام شہری قابلیت کی بنا پر شمولیت اختیار کر سکتا ہے اور بغیر سفارش اور رشوت کے کسی بھی کلیدی عہدے تک پہنچ بھی سکتا ہے۔ میں نے بھی جب پاک فضائیہ میں شامل ہوا تو بغیر کسی سفارش اور رشوت کے وردی پہن لی یہ الگ بات ہے کہ آزاد ذہن کا مالک تھا اور سوچ یہ تھی کہ تلوار کے بجائے اگر قلم استعمال کیا جائے تو شاید ہتھیار اٹھا کر جنگ کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ میں نے بندوق چھوڑ کر قلم کا جہاد کرنے کو ترجیح دی اور بڑی مشکل سے پاک فوج سے آزادی حاصل کی۔ میرے بچپن کے ایک دوست ملک فیصل کا چھوٹا بھائی عدنان ملک ایئر فورس میں پائلٹ یا آرمی میں کمیشن حاصل کرنا چاہتا تھا۔ فیصل اسے میرے پاس لیکر آیا اس نے ایف ایس کا امتحان پاس کیا تھا مگر مزید آگے پڑھنے کی بجائے مسلح افواج کا حصہ بننا چاہتا تھا۔ میں نے اپنے تجربے کی بنا کر اس کی مناسب رہنمائی کی اور تحریری امتحانوں کے لیے اس کی تیاری میں کچھ مدد بھی کر دی۔ GDP کی بھرتی کا اخبار میں اشتہار آیا تو وہ بڑا خوش تھا اس نے بڑی دل جمعی کے ساتھ تیاری کی۔ لاہور سلیکشن سنٹر میں اس نے تحریری امتحان پاس کر لیا مگر میڈیکل میں اسے فیل کر دیا گیا۔ عدنان روتا ہوا گھر

آ گیا فیصل اسے میرے پاس لے آیا میں نے اپنے ایک دوست جولاہور ایئر فورس میں سکوارڈن لیڈر ڈاکٹر تھا اُس سے رابطہ کیا۔ اس نے ساری تفصیل بتائی کہ عدنان کی نظر کمزور تھی، سینے کی چوڑائی بھی کم اور پاؤں بھی فلیٹ تھے۔ عدنان کے سر پر جنون سوار تھا اس نے جم جوائن کرلیا اور اپنی فٹنس کافی حد تک بہتر کرلی اس کے بعد اس نے آرمی میں کمیشن لینے کی کوشش کی۔ وہاں بھی وہ تحریری امتحان میں پاس ہوگیا مگر میڈیکل میں پاؤں فلیٹ ہونے کی وجہ سے پھر نا کام ہوگیا۔ سلیکشن سینٹر سے ہی وہ گھر آنے کی بجائے ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ سیالکوٹ اپنی بہن کے پاس چلا گیا۔ گھر والے اس کے اچانک غائب ہونے کی وجہ سے کافی پریشان تھے اس وقت موبائل کا دور نہیں تھا محلے میں کسی کسی گھر میں ٹیلیفون ہوتا تھا۔ رات عدنان کے بہنوئی نے فون کرکے اطلاع دہ کہ پریشان نہ ہوں عدنان ان کے گھر ہے۔ ایک ہفتے بعد فیصل اسے جا کر لے آیا مگر وہ بچہ جو بہت خوش مزاج اور ہر وقت گنگناتا رہتا تھا فوج میں بھرتی نہ ہونے پر چپ سادھ لی۔ ہم نے سوچا کہ وقت کے ساتھ ساتھ وہ سنبھل جائے گا اسے گھر والے کالج میں داخلہ لینے کا کہتے تو انکار کردیتا۔ کسی جگہ کام کرنے کے لیے بھی تیار نہیں تھا وہ صرف فوج میں جانا چاہتا تھا۔ میڈیکل طور پر فٹ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا یہ خواب پورا ہوتا دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ایک روز جب اس کی ماں اور بہن گھر میں اکیلی تھیں اور کپڑے دھورہی تھیں عدنان چھت پر چڑھ گیا کچھ دیر بعد جب بہن چھت پر کپڑے سوکھانے گئی تو دیکھا عدنان کے منہ سے جھاگ بہہ رہی تھی اور وہ زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا۔ اس نے تارپین کے تیل کی بوتل پی لی تھی ماں بہن کی چیخ و پکار سن کر محلّہ اکٹھا ہوگیا مگر عدنان کو ہسپتال تک لے جاتے راستے میں ہی دم توڑ گیا۔ میں بھی عدنان ملک کے جنازے شریک ہوا تو مجھے اس بات کا رنج تھا کہ میں اس کی مدد نہ کرپایا۔ ادارے کا اپنا ایک میرٹ اور اصول ہے جس میں میڈیکل پر سمجھوتا نہیں کرتے، پاک فضائیہ کا سربراہ ہمیشہ GD پائلٹ ہوتا ہے اور ریٹائرمنٹ تک اپنے سالانہ فلائنگ آورز بھی پورے کرتا ہے یعنی ادارے کا سربراہ ہر وقت جہاز اڑانے کے لیے فٹ ہوتا ہے۔ بری اور بحریہ کے سربراہان بھی اپنی فٹنس کا معیار برقرار رکھتے ہیں۔ کاش! عدنان کے دل میں فوجی بننے کی بجائے وزیراعلی، گورنر یا صدر بننے کی خواہش نے جنم لیا ہوتا اس کے لیے تو صرف نبض کا چلنا اور سانس کا آنا ہی شرط ہے باقی سب آشیرباد کی بات ہے وہ کسی وقت بھی مل سکتا ہے۔ ہمارے ہاں ایسے شخص بھی ریاست کے سربراہ رہے ہیں جو عدالتوں میں دماغی اور ذہنی امراض کا سٹرفکیٹ جمع کروانے کے بعد بھی صدر مملکت بن گئے۔ ہم نے ایسے لوگ گورنر بنادیے جو حلف اٹھاکر اتنے ناتواں ہوگئے کہ کہ مزارقائد پر حاضری دینے کی ایک رسم پوری کرنے کے قابل نہ رہے۔ کمال ہے معمولی سپاہی کی بھرتی کے لیے انکو ذہنی اور جسمانی فٹنس کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے مگر ایک صوبے یا ملک پر راج کرنے کے لیے کسی قسم کے ذہنی، جسمانی، یا اخلاقی فٹنس کا ٹیسٹ پاس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے پاکستان کا کوئی باشعور انسان سمجھ دے کہ آخر وہ کونسے مقاصد ہیں جو ریاست کا سربراہ گورنر سندھ سے پورے کروانا چاہتا ہے؟ پہلے ہی صدارتی محل میں ایک ایسا شخص براجماں ہے جو ٹھیک طریقے سے قومی پرچم بھی نہیں لہرا سکتا اور اب اُس نے گورنر سندھ اُس شخص کو لگادیا ہے جو ٹشو پیپر اٹھانے سے بھی قاصر ہے۔ حیرت ہے کہ امریکہ کے نئے صدر کے منتخب ہونے پر پاکستانیوں کی ایک بڑی اکثریت غم میں ڈوبی امریکی عوام کو لعن طعن کررہی ہے۔ امریکہ کے طریقہ انتخاب کو تنقید کا نشانہ بنا رہی ہے۔ ایسے ایسے لوگ ٹرمپ پر تنقید کررہے ہیں جو کو کبھی دبئی میں عارضی قیام کا ویزا نہیں ملا لیکن انٹرنیشنل ریلیشن کے مبصر بنے بیٹھے ہیں۔ جناب! آپ تنقید ضرور کریں یہ

آپ کا حق ہے لیکن امریکہ کے صدر پر تنقید کرتے وقت اپنے گریبانوں میں بھی جھانک لیں کہ آپ کا صدر اور سندھ کا گورنر کیسا ہے اور انہیں کس بنیاد پر اِن اہم ترین عہدوں سے نوازا گیا ہے؟ سندھ کی گورنری کیلئے سابق جسٹس نے اپنی وہ نیک نامی بھی برباد کروالی جس کا احترام پوری پاکستانی قوم کرتی تھی۔ یہی کام گزشتہ الیکشن میں ایک انتہائی محترم چیف الیکشن کمیشن بھی کر چکے ہیں اور اب وہ دنیا میں نہیں لیکن اُن کا کیا دھرا آج بھی قوم بھگت رہی ہے۔ جب تک پاکستان میں میرٹ کا میرٹ مقرر نہیں ہوتا ہمیں صراط کے ایسے کتنے پلوں سے گزرنا پڑے گا اِس بارے کوئی حتمی عدد نہیں دیا جا سکتا۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

12-11-2106